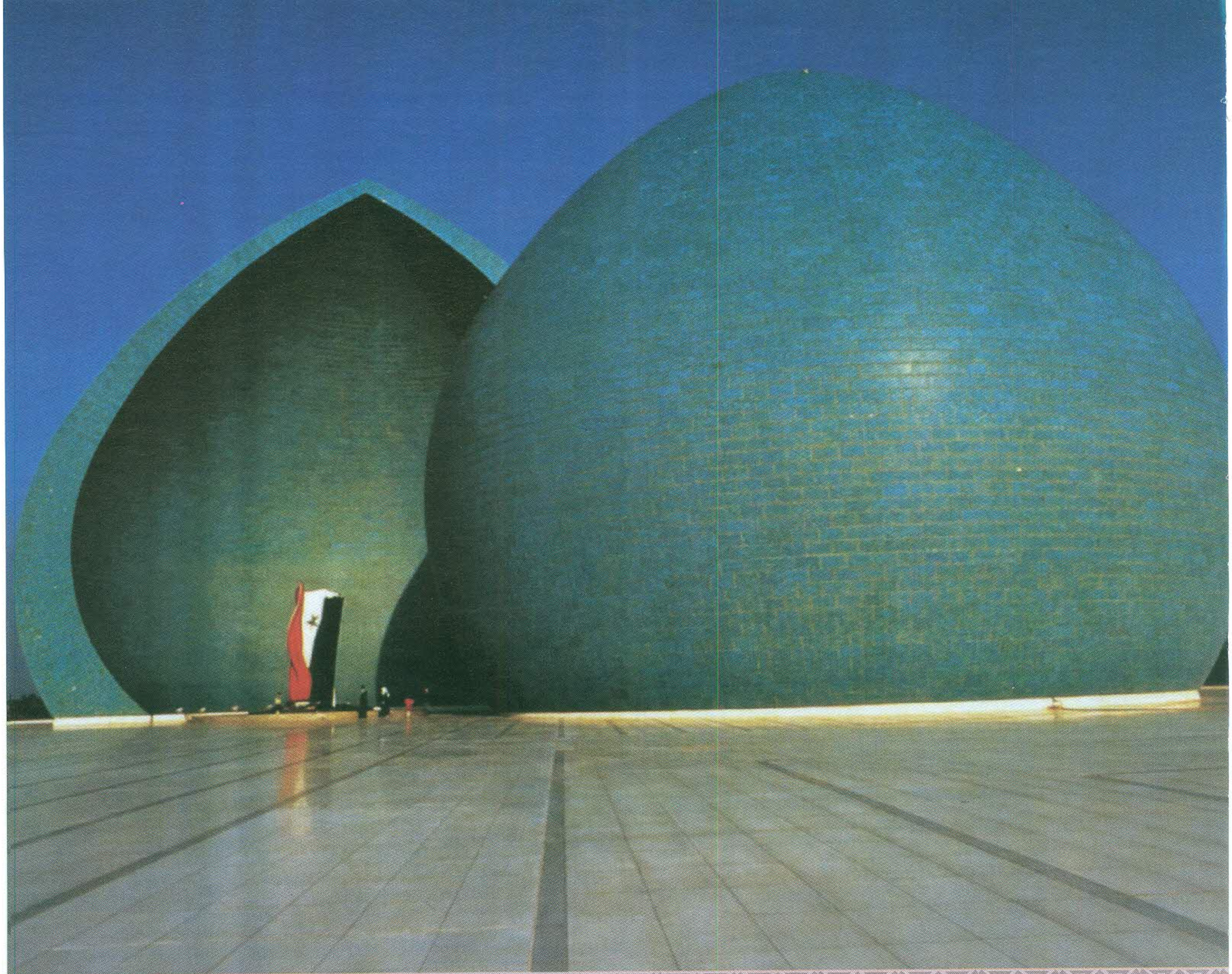

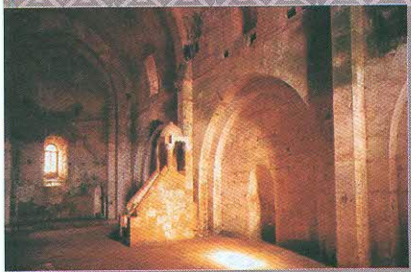

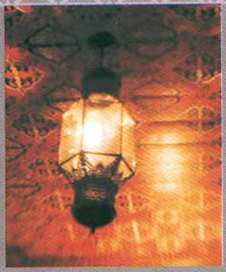

فکر دوران

مسلمانوں کا آزاد خیال طبقہ اگر اس
امر کا دعویٰ دار ہے کہ اُسے اپنے
تجربات علی ھذا زندگی کے بدلتے ہوئے
احوال و ظروف کے پیش نظر، فقہ و قانون
کے بنیادی اصولوں کی از سر نو تعبیر کا
حق پہنچتا ہے تو میرے نزدیک اس
میں کوئی ایسی بات نہیں جو غلط ہو۔
قرآن پاک کا یہ ارشاد کہ زندگی ایک
مسلسل تخلیقی عمل ہے، بجائے
خود اس امر کا متقاضی ہے کہ
مسلمانوں کی ہر نسل اسلاف کی
راہنمائی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے
مسائل آپ حل کرے، یہ نہیں کہ
اسے اپنے لیے ایک رکاوٹ تصور کرے۔

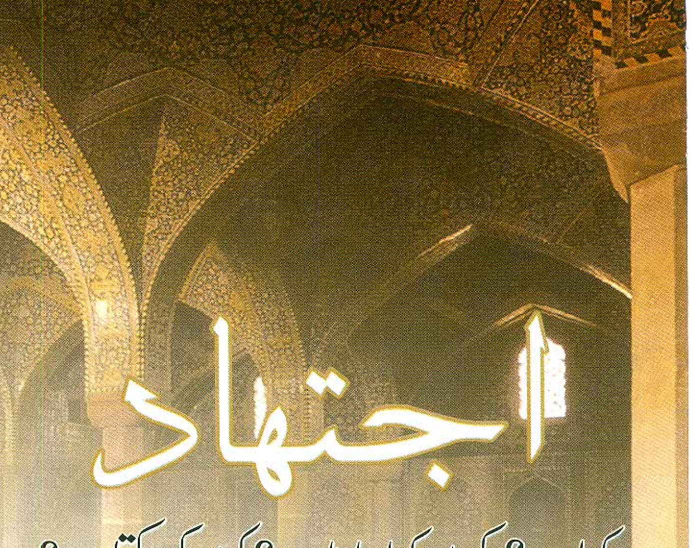

اجتہاد

کیا ہے؟ کیوں کیا جاتا ہے؟ کون کرسکتا ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی

عالمِ دین، کراچی

دور جدید میں آج بہت سے ایسے مسائل ہیں، جن پر قرآن و سنت خاموش ہیں، مگر ان کا حل اجتہاد کے ذریعے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اجتہاد نہ ہونے کے باعث مسلمانوں میں فرقہ واریت بڑھ رہی ہے اور عالم اسلام پر جمود طاری ہے۔ اجتہاد کیا ہے؟ اجتہاد کیوں کیا جاتا ہے؟ اجتہاد کون کرسکتا ہے؟ کیا اجتہاد کے ذریعے آج کے تمام مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے؟ کیا اجتہاد مسلم امہ میں اتحاد کا باعث بن سکتا ہے؟ کیا جدید علوم اور ٹیکنالوجی کے ماہر لوگوں کو اجتہاد کے عمل میں شریک نہیں کیا جانا چاہیے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات معلوم کرنے کے لئے جنگ فورم کے زیرِاہتمام لاہور، کراچی، راولپنڈی، ملتان اور پشاور میں مذاکرے کروائے گئے، ان مذاکروں کی تفصیلی رپورٹ روزنامہ ''جنگ'' میں ۱۷ نومبر ۲۰۰۴ء کو شائع ہوئی۔ ہم اس رپورٹ کی افادیت کے پیش نظر اس کے چند اقتباسات بشکریہ روزنامہ جنگ پیش کر رہے ہیں۔ مدیر

جنگ: ''اجتہاد اور آج کے دور میں اس کی اہمیت'' آج کے مذاکرے کا موضوع ہے۔ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اجتہاد کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اجتہاد کے لئے کیا شرائط ہوتی ہیں؟ کن کن مکاتب فکر میں اجتہاد ہوتا ہے؟ اجتہاد کیوں کیا جاتا ہے؟ آج کے دور میں کن کن مسائل پر اجتہاد ضروری ہے؟ کیا اجتہاد مسلم امہ میں اتحاد کا باعث بن سکتا ہے؟ اجتہاد کرنے والے علماء اور مفتی حضرات کا معیار کیا ہوتا ہے؟ کیا رویتِ ہلال کمیٹی، مشترکہ اسلامی کیلنڈر، طلاق، مذہبی انتہا پسندی، مخلوط طرزِ تعلیم، موسیقی، حدود آرڈیننس، نظامِ حکومت وغیرہ جیسے موضوعات پر آج اجتہاد نہیں ہونا چاہیے؟ اجتہاد اور اجماع میں کیا فرق ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اسلام میں اجتہاد کے دروازے جن لوگوں نے بند کردیئے ہیں، موجودہ دور میں ان کی ترقی میں یا آگے بڑھنے میں رکاوٹ یہی چیز ہے، یہ بات درست نہیں ہے۔ شعبہ دین کا ہو یا دنیا کا، اگر کہیں راستہ نہیں مل رہا اور سوال یہ پیدا ہو کہ کہاں جانا چاہیے تو اس راستے کو تلاش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ شریعت میں اجتہاد یہ ہے کہ جو معاملات قرآن وسنت کی بنیاد پر حل کئے جائیں، اگر قرآن وسنت میں ان کے متعلق کوئی واضح حکم نہیں ملتا تو اس مسئلے کے حل کی کوشش کو اجتہاد کہتے ہیں۔

جنگ: اجتہاد کے لئے اتھارٹی کون لوگ ہیں؟

مولانا احترام الحق تھانوی: اس کے لئے ہر آدمی اتھارٹی نہیں ہے۔ اس کی اتھارٹی صرف انہی لوگوں کے پاس ہے، جن کو قرآن وسنت پر عبور حاصل ہے اور جو کسی بھی ایسے استاد یا کسی بھی ایسی درس گاہ سے، جہاں علم ایک شجرے کی طرح منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، وہاں سے اس بات کی اجازت حاصل کرے، جس طرح کسی مرض کے علاج کے لئے ڈاکٹر سے رجوع کیا جاتا ہے، اسی طرح اجتہاد ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ شریعت کے معاملے میں ہر آدمی اتھارٹی نہیں ہے۔

جنگ: آج کے دور میں امتِ مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں، آپ کے خیال میں کیا ان میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟ خاص کر فرقہ واریت اور انتہا پسندی وغیرہ۔

مولانا احترام الحق تھانوی: آج کے دور میں امتِ مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں، میرے خیال میں ان کا سبب اجتہاد کا نہ ہونا نہیں بلکہ اتحاد کا نہ ہونا ہے اور اس میں کسی قسم کے اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر سب متفق ہیں۔ مسلمان ٹکڑوں میں رہتے ہیں، ان میں اتحاد ہونا چاہیے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فرقہ واریت یا پوری امتِ مسلمہ کو جو مسائل پیش ہیں، ان کو اجتہاد سے نمٹ لیں گے تو میری نظر میں یہ درست نہیں ہے کہ فقہی مسائل سے امت بٹی ہوئی ہے۔ نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں یا باندھ کر سب امت میں ہیں۔

جنگ: ہمارے ہاں چاند پر بھی اختلاف ہو جاتا ہے دو عیدیں ہو جاتی ہیں۔ ان معاملات پر اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: جی نہیں، یہ غلط ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چاند پر تقسیم ہوگئے۔ میں پوچھتا ہوں چاند ایک کیسے ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کی کون سی چیز ہے۔ مسلمانوں کی زمینیں، دریا، سمندر، علاقے، آسمان سب تقسیم ہیں۔ اگر چاند بھی تقسیم ہوگیا تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ جب مسلمانوں کے دل تقسیم نہیں تھے تو ان کی عیدیں بھی تقسیم نہیں تھیں۔

جنگ: آپ کے خیال میں کیا یہ تمام چیزیں درست ہیں، عید ایک نہیں ہونی چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: شریعت یہ مطالبہ کہیں نہیں کرتی کہ رسم ورواج ایک کرو۔

صرف اتحاد کا حکم دیا ہے اور وہ خالی عید ایک کرنے سے نہیں ہوتا ہے۔ دنیا میں نمازوں کے اوقات مختلف ہیں تو اس اختلافِ اوقات کو اختلاف امت نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح رویت ہلال کا جو شرعی طریقہ ہے، جس کے مطابق کسی جگہ چاند نظر آ گیا اور کسی جگہ نظر نہیں آیا۔ آج کے دور میں جب دنیا مختصر ہو گئی ہے تو پورے عالم اسلام کے لئے ایسا ہو تو سکتا ہے لیکن یہ نظام قائم اس لئے نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ امت بٹی ہوئی ہے۔ عرب میں امت بٹی ہوئی ہے، عجم میں بٹی ہوئی ہے۔ رنگوں میں، نسلوں میں بٹی ہوئی ہے تو پھر کس کے پاس یہ اختیار ہو کہ رویت ہلال اور ثبوت ہلال کا کون سا علاقہ کس کو دیا جائے۔ اب بات جمہوری طریقوں کی آ جاتی ہے تو دنیا میں جتنے بھی عید منانے والے ممالک ہیں، بدقسمتی سے ان میں سے کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو جمہوری اطوار اور جمہوری طریقوں کو اپنی زندگی میں فخر کے ساتھ نافذ کرے۔

جنگ: آپ کے خیال میں امتِ مسلمہ میں خاص طور پر پاکستان میں ایسے کون سے مسائل ہیں، جن پر اجتہاد کیا جانا چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو کہیں کہ آج کس اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ہم جیسے کم علم رکھنے والے لوگوں کے لئے بہتر اجتہاد یہی ہے کہ ہم سے پہلے جو اکابر چلے گئے ہیں، ان کی پیروی کریں۔ اسی میں ہم دین کو زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اجتہاد کے دروازے کھول کر متفقہ مسائل کو اختلافی بنالیں۔

جنگ: سائنس کے حوالے سے کچھ مسائل ہیں، ان پر تو اجتہاد کیا جانا چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: دیکھیے ایسے مسائل پر بات کرنا کہ سود کو کیسے حلال قرار دیا جائے تو اس پر اجتہاد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مرضی کا اسلام لانے کے لئے اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس پر اجتہاد کریں کہ خون کی منتقلی کا مسئلہ ہے، یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے۔ اس پر اجتہاد کرنے سے کوئی نہیں روکتا۔ یہ درست نہیں کہ آپ ہدف پہلے بنالیں اور پھر اسلام کو توڑ موڑ کر وہاں لے جانے کی کوشش کریں۔

جنگ: آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارے ہاں عام معاملات جیسے مخلوط طرزِ تعلیم یا چاند کا مسئلہ ہے، ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: پاکستان جب سے وجود میں آیا ہے تب سے حزبِ اختلاف وجود میں آئی، جس کے پاس کوئی نہیں تھا، بس پاکستان ہی ایشو تھا۔ پاکستان کے مخالف پہلے بھی تھے، پاکستان بن گیا تو اب بھی ہیں۔ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی پہل پاکستان سے ہوئی ہے۔ یہاں تمام مسائل اختلافات کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ سعودی عرب میں دو عیدیں کیوں نہیں ہوتیں، اس لئے کہ وہاں اختلاف نہیں ہے ترقی کے لئے جو چیزیں ایک کرتی ہیں، انہیں یہاں انتشار کے لئے استعمال کیا گیا۔

جنگ: آپ کے خیال میں نظامِ حکومت پر بھی اجتہاد کی ضرورت ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: یہاں اجتہاد کی نہیں بلکہ تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس میں اختلاف نہیں کہ ہمارے ہاں نظام حکومت اسلامی ہونا چاہیے۔ اس بات کی آئین میں اجازت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو قرآن وسنت کے مطابق اجتماعی اور اقتصادی زندگی گزارنے کا پورا حق ہے۔ اسی طرح اسلام میں غیر مسلموں کو بھی پورا حق حاصل ہے۔

اس وقت دنیا کا کوئی بھی ملک یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہاں حکومت اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ آئیڈیل اسلامی حکومت خلفائے راشدینؓ کے وقت تھی۔ اس وقت اسلامی حکومت کہیں موجود نہیں لیکن اسلامی قوانین کا دفاع موجود ہے۔ اگر کوشش کی جائے اور اللہ کی مہربانی ہو تو اسلامی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔

پروفیسر عبد الرشید

ماہر تعلیم کراچی

جنگ: آپ کا تعلق درس وتدریس سے بھی ہے تو آج کے دور میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حکومت کے معاملات ہوں یا تعلیم کے اجتہاد کی کیا اہمیت ہے؟ کیا پڑھیں اور کیا نہ پڑھیں۔ یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی۔ اس میں کس حد تک اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کیا آج ہمیں اجتہاد کی ضرورت ہے؟ جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ دین کو مکمل کر دیا گیا اور یہ قیامت تک رہے گا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے ہر مسئلے کا حل اسلام کے پاس ہونا چاہیے۔ اجتہاد اس وقت کیا جاتا ہے، جب ہمارے سامنے قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم نہ ہو، یا نئی چیزوں کا وہاں ذکر نہ ہو، جہاں تک تعلیم کی بات ہے تو اسلام کسی بھی قسم کے علم کو حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا۔ ہر وہ علم جو انسان کی بھلائی کے لئے یا معاشرے کی بھلائی کے لئے ہو، اسے اسلام حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ خود حضرت محمدؐ نے صحابہ کرامؓ کو مختلف زبانیں سیکھنے کا حکم دیا۔ جب تک ہم سیکھیں گے نہیں، اسلام کی تبلیغ کیسے کریں گے اور ویسے بھی آج کے دور میں کمپیوٹر اور دوسری ٹیکنالوجی کا حاصل کرنا دوسرے ممالک کے ساتھ چلنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔

جنگ: دینی مدارس اب تک تو جدید علوم سے دور تھے؟

پروفیسر عبدالرشید: جب، جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے، اسے اپنایا جاتا ہے۔ ہم نے ایک نیشنل سیمینار کیا، جس میں پورے پاکستان سے دینی مدارس کے سربراہوں کو بلایا گیا۔ ''نصابِ تعلیم میں تبدیلی، تقاضے اور ان کے امکانات'' سیمینار کا عنوان تھا۔ وہاں بات کی گئی کہ ہمیں چاہیے کیا؟ اگر آپ کو صرف امام مسجد مہیا کرنا ہے تو پھر آپ کو مزید تعلیم کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر آپ نے انہیں معاشرے میں لانا ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور اس وقت کئی ایسے بڑے مدارس ہیں، جہاں جدید تعلیم دی جارہی ہے۔

جنگ: ہمارے ہاں مخلوط طرزِ تعلیم پر بھی اعتراضات ہوتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا یہاں پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: بلاشبہ دینی مدارس میں طالبات کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے لیکن یہاں ہمت اور پریکٹس کی ضرورت ہے، یہ کوئی ایشو نہیں ہے، جو طلباء مدارس سے فارغ ہوتے ہیں، ان کو ایم اے میں داخلہ دیا جاتا ہے، وہاں ان کے لئے الگ کلاسز کا بندوبست نہیں ہے۔ وہ عالم ہیں اور اسی کلاس میں بچیوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ ان کے لئے انتظام الگ کریں لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ سسٹم ان کی تعلیم میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔

جنگ: پاکستان میں جو نظام رائج ہے، کیا اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: یہ بات طے ہے کہ جو چیز ہمیں قرآن وسنت میں مل رہی ہے، اس میں ہم اجتہاد نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”بدکار مرد اور بدکار عورت کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں“ اب اس میں کسی قسم کا اجتہاد نہیں ہو سکتا کہ ۱۰۰ کے بجائے ۹۰ کوڑے مارے جائیں لیکن اس میں اجتہاد ہو سکتا ہے کہ کوڑا کس قسم کا ہونا چاہیے، اس کی طاقت کیا ہونی چاہیے۔ تعلیم کا مسئلہ ہے، حجاب کا مسئلہ ہے۔ رؤیت ہلال کا مسئلہ ہے۔ ان پر بات ہو سکتی ہے آپ نے انتہا پسندی کی بات کی ہے، اس کی وجوہ تلاش کی جانی چاہئیں۔ جب آپ وجہ تلاش کر لیں گے تو پھر فیصلہ کر سکیں گے اور اس کا سدباب بھی لیکن پہلے ہمیں اس کی بنیاد کو سمجھنا ہوگا۔

جنگ: آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارے ہاں عام معاملات جیسے مخلوط طرزِ تعلیم یا چاند کا مسئلہ ہے، ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: نظام حکومت کا مطلب عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات کرنا ہے اور اگر ایسا نہیں ہو رہا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ نوجوان تشدد پسند اور انتہا پسند کیوں بن رہا ہے۔ کہیں اس کے معاشرتی اور معاشی مسائل تو نہیں ہیں۔ یہ بہت اہم بات ہے اور اس پر اجتہاد کیا جانا چاہیے۔

خالد جاوید

ماہر قانون، کراچی

جنگ: خالد جاوید صاحب! آپ قانون کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں نظام عدل اور نظام قانون اسلامی ہے اور کیا اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: آج کا موضوع شرعی بھی ہے اور قانونی بھی قانونی اس لحاظ سے کہ قانون کے نصاب میں اسلامی قوانین کے ماخذ میں سب سے اہم قرآن پاک ہے۔ اس کے بعد سنتِ رسول ﷺ کا مرحلہ آتا ہے۔ اگر ہمیں کسی مسئلے کا حل قرآن و سنت میں نہیں ملتا تو پھر اجماع اور اجتہاد کا مرحلہ آتا ہے۔

جنگ: اجماع اور اجتہاد میں کیا فرق ہے؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: مجتہدین اگر کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں، ان کے فیصلے میں عوام کی رائے کا شامل ہونا ضروری نہیں۔ مجتہد کی شرائط سخت مقرر کی گئی ہیں، جو ان شرائط پر پورا اترتا ہے مجتہد کہلاتا ہے۔ اس کا باعلم اور باکردار ہونا لازمی ہے۔ اگر کسی مسئلے کا حل ہمیں قرآن وسنت میں نہیں ملتا تو وہاں اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بقول اگر ملتِ اسلامیہ کے مجتہدین کسی شرعی حکم پر ایک ہو جائیں تو اسے اجماع کہتے ہیں۔

جنگ: ہمارے ملک میں اسلامی قوانین کی کیا اہمیت ہے؟ کیا ہمارے قوانین اور آئین اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: موجودہ متفقہ آئین ۱۹۷۳ء میں پاس ہوا۔ اس سے قبل ۱۹۵۶ء میں پاس ہوا تھا۔ اس کے دیباچہ میں قراردادِ مقاصد کا اندراج کیا گیا تھا۔ اس میں یہ شامل تھا کہ ملک میں اسلامی حکومت بنے گی، جو اسلامی اصولوں پر قائم ہوگی۔ ۱۹۸۵ء تک قراردادِ مقاصد آئین کا حصہ نہ تھی۔ ۱۹۸۵ء میں یہ آئین کا حصہ بنی۔ قراردادِ مقاصد کے مطابق اگر کوئی چیز قرآن وسنت سے متصادم ہو تو اسے غیر مؤثر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی قرارداد کے تحت وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا

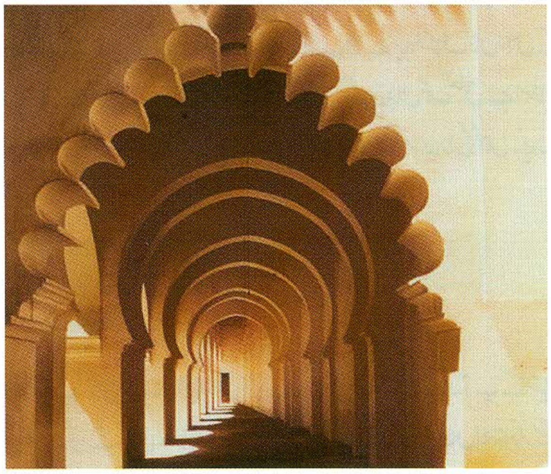

گیا۔ یہ بھی آئین کا حصہ ہے۔ اس عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ملک میں رائج قوانین کا جائزہ لے اور اگر کوئی قانون اس کی نظر میں قرآن وسنت کے خلاف ہو تو وہ اسے کالعدم قرار دینے کا حق رکھتی ہے اور حکومت سے سفارش کر سکتی ہے کہ اس قانون کو تبدیل کر دیا جائے۔ مقررہ وقت میں حکومت ایسا نہ کرے تو وہ قانون خود بہ خود کالعدم ہو جائے گا۔ تاہم حکومت سپریم اپیلیٹ بنچ میں اس مسئلے کے خلاف اپیل کر سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں اسلامی قوانین سپریم قوانین سمجھے جاتے ہیں اور اگر کوئی قانون، قرآن اور سنت کے خلاف ہے تو شوریٰ اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

جہاں تک اجتہاد کا سوال ہے، کچھ مسائل ایسے ہیں جہاں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مکتب فکر کا کہنا ہے کہ آج اجتہاد ممکن نہیں ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اگر اقوام متحدہ کے ممالک آپس میں بیٹھ کر کسی مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں تو اسلامی ممالک ایک ہو کر کسی مسئلے کو حل کیوں نہیں کر سکتے؟ اس کا طریقہ کار وضع کیا

جاسکتا ہے۔ ہر ملک سے ایسے مجتہد لئے جاسکتے ہیں، جن کے علم وفضل پر کسی کو شبہ نہ ہو اور وہ لوگ آپس میں قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے بحث مباحثہ کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کرسکتے ہیں۔ آج عراق اور افغانستان میں جو کچھ ہورہا ہے، ایک طبقہ اسے جہاد کہتا ہے، جب کہ دوسرا اسے جہاد تصور نہیں کرتا۔ اس مسئلے پر امہ متفقہ فیصلہ کرسکتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ اس کے خلاف حکومت نے اپیل کی اور اپنی مجبوریاں بیان کیں اور بتایا کہ عالمی اداروں سے معاہدے سود کی بنیاد پر ہیں۔ ہم اقتصادی معاملات میں خودمختار نہیں ہیں۔ اس بناء پر سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کو فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کے لئے کہا ہے۔ سود حرام ہے، اس پر سب کو اتفاق ہے لیکن ہمیں دورِ جدید میں اپنی اقتصادیات کو چلانے کے لئے کسی نظام پر تو غور کرنا ہوگا۔ سود کی جگہ کسی متبادل نظام پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نظامِ حکومت اسلامی ہونا چاہیے۔ آئین میں بھی اس کا واضح اظہار ہے۔ اقلیتوں کو اپنے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ بنیادی احکامات پر کوئی اختلاف نہیں، ان کی جزئیات پر اختلاف ہوسکتا ہے۔ مثلاً حدود آرڈیننس میں چار گواہوں کا معاملہ ہے۔ اسلامی سزاؤں پر عمل درآمد کے مسائل میں ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے، کوڑے لگانے پر اختلاف نہیں، اس کے طریقہ کار پر اختلاف ہے۔ یہ مسائل حل ہونے چاہئیں جہاں تک تعلق ہے اسلامی نظامِ حکومت کا تو دنیا میں کسی ملک میں بھی مکمل اسلامی نظامِ حکومت رائج نہیں ہے۔

علامہ ضمیر اختر نقوی

عالمِ دین، کراچی

جنگ: آپ کے خیال میں اجتہاد کی آج کے دور میں کیا اہمیت ہے۔ آپ کے خیال میں ہم زندگی کے سیاسی، معاشرتی، مذہبی کن کن شعبوں میں کہاں کہاں اجتہاد کرسکتے ہیں؟

علامہ ضمیر اختر نقوی: اجتہاد کی ضرورت شرعی ہے۔ اگر اسے اس کی تعریف کے مطابق عوام پر واجب کیا جائے تو اس کے بڑے فوائد ہیں۔ دنیا کے ہر شعبہ میں کام ہورہا ہے۔ دنیاوی علوم میں ریسرچ ہورہی ہے۔ اسی طرح اسلامی علوم میں بھی ریسرچ ہونی چاہیے۔ قرآن کے احکامات تو قیامت تک ایک ہی رہیں گے مگر ان کے معنی اور اصطلاحات عہد کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور انہیں بدلنے کی ضرورت ہے لیکن ہر آدمی یہ کام نہیں کرسکتا، جس طرح ہر شعبے میں ایک استاد کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اجتہاد کے لئے بھی مجتہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس سے عوام رجوع کریں اور وہ ان کے مسائل حل کرے۔ مجتہد قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلے کرتا ہے اور عوام کی رہنمائی کرتا ہے۔ فقہ میں پورا نظام موجود ہے۔ پاکستان میں فقہ کو مسجد اور مدرسہ تک محدود کردیا گیا ہے۔ فقہ کو عدالت، نصاب، گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ ہر جگہ اپلائی ہونا چاہیے کہ کرپشن پر قابو پایا جاسکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ائمہ کے کام کو، ان کی فکر کو عوام کے سامنے آسان طریقے سے پیش کیا جائے۔ اخبارات میں سوال جواب کا سلسلہ چلتا ہے، یہ بھی اجتہاد ہے۔ اس مسئلے کو مزید آگے بڑھانا چاہیے۔ مجتہدین کو حلال وحرام کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ ان کی حد کیا ہے اور کہاں ہم غلطیاں کر رہے ہیں، اس کے معاشرے پر کیا اثرات ہورہے ہیں۔ اخلاقیات کے مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کو تربیت کی ضرورت ہے۔ مسئلہ چاہے ٹریفک کا کیوں نہ ہو، عوام اور ذمہ داران سب کو تربیت کی ضرورت ہے۔ ان سب مسائل کو فقہ کے تحت دیکھنا چاہیے۔ نشست وبرخاست کیسے ہوگی۔ آنے والے سے کیسے بات کی جائے، ہمارا عمومی رویہ کیا ہے، احترام کیا ہے۔ یہ سب فقہ کے زمرے میں آتا ہے اور اسے عام کرنا چاہیے۔ جزوی اور فراعی نے مسائل کو بحث میں لانا نہیں چاہیے۔ نماز میں ہاتھ چھوڑے جائیں یا نہیں، ان جیسے معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اس بنیاد پر فرقہ بندی نہ کی جائے۔

حضرت عمرؓ فقہ اور اجتہاد کے تحت معاشرے کو ایک بلند مقام دینا چاہتے تھے۔ حج کے مسائل ہوں یا حجرِ اسود کا بوسہ، انہوں نے حضرت علیؓ کو ہمیشہ آگے رکھا۔ آج بھی بیلنس کر کے چلنے کی ضرورت ہے، کسی کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ کسی کو محرومی کا احساس نہ ہو، کوئی مسئلہ نہیں ہوگا، جس کا جو مقام ہو وہ اسے دیا جائے۔

جنگ: آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارے ہاں عام معاملات جیسے مخلوط طرزِ تعلیم یا چاند کا مسئلہ ہے، ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

علامہ ضمیر اختر نقوی: یہاں علماء کو کشادہ مزاج ہونا چاہیے۔ سائنس نے چاند کے مسائل حل کئے ہیں۔ ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ ہر وقت چاند کو دیکھ سکیں۔ امریکہ میں تو چاند کے چینل ہیں، ہم نے دو عیدوں یا رمضان کے روزے میں فرق آجانے کو انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ ان معاملات کو تمام فرقوں کے علماء بیٹھ کر حل کرسکتے ہیں۔

جنگ: آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارے ہاں عام معاملات جیسے مخلوط طرزِ تعلیم یا چاند کا مسئلہ ہے، ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

علامہ ضمیر اختر نقوی: ہم مغرب کو برا کہتے نہیں تھکتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں اخلاقی مسائل ہیں لیکن انہوں نے زندگی کے اصول متعین کرلئے ہیں۔ وہاں کوئی تفریق نہیں ہے، معاشرتی اور اقتصادی طور پر فیصلوں کے حصول کو نہایت مضبوط بنالیا ہے۔ انسانی عدل واصلاح کا نہایت اچھا نظام چلارہے ہیں۔ اسی بنیاد پر وہ کامیاب ہیں اس حوالے سے ہمیں اپنے نظام پر غور کرنا چاہیے۔

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال

دانشور، ماہر قانون، لاہور

جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال: اجتہاد آج کے دور کے تمام مسائل کا حل ہے لیکن اس

سے پہلے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا اجتہاد زندگی کے ہر مسئلے پر ہوسکتا ہے؟ کیا اجتہاد عبادات اور معاملات دونوں پر کیا جاسکتا ہے؟ کیا اجتہاد وہاں بھی ہو سکتا ہے، جہاں قرآن وسنت کے متعلق کوئی الجھن ہو؟ کیا اجتہاد صرف مجتہدین کر سکتے ہیں یا کوئی ادارہ مثلاً پارلیمنٹ بھی کرسکتی ہے؟ اگر اجتہاد پاکستان میں ہوتا ہے تو اس کی دیگر مسلم ممالک میں کیا حیثیت ہوگی؟ کیونکہ ہر مسلم ریاست کے اپنے اپنے قوانین اور حالات ہیں۔

برصغیر میں علامہ اقبال، سرسید اور شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے اجتہاد کی بات کی تھی مگر ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ ایسی فقہ ہو جس میں سے کوئی بھی مکتب فکر اپنی پسند کی چیز لے لے۔ مثلاً اگر سنی مکتب فکر کی بات اہل تشیع کو اچھی لگے تو وہ اسے اپنالیں اور باقی مکاتب فکر کے لوگ بھی ایسا کریں۔ ان کے بعد سید جمال الدین افغانی نے جب اجتہاد کی بات کی تو ان پر بھی کفر کے فتوے لگے، جو کہ آج بھی ہمارا وتیرہ ہے۔

میں طالبان دورِ حکومت میں ان کے چیف جسٹس سے ملنے افغانستان گیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے فلاں جرم کی فلاں سزا رکھی ہے۔ یعنی انہوں نے اقتدار کی ابتداء تعزیرات سے کی، نہ کہ اسلام کی برکات سے۔ ان کے نزدیک اسلام صرف تعزیرات یا حدود کے نفاذ سے مکمل ہوسکتا ہے، حالانکہ لوگوں کو اسلام کی رحمتوں سے آگاہ کیا جانا چاہیے تھا۔ واپسی پر انہوں نے مجھے بتایا کہ برصغیر میں قائداعظم اور علامہ اقبال کی شخصیات بڑی معتبر تھیں اور ہم بھی ان کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ علامہ اقبال تو اجتہاد کی بات کرتے تھے، جس پر انہوں نے کہا کہ اس بات پر ہمارا ان سے اختلاف ہے، کیونکہ ماضی میں اتنے بڑے بڑے ائمہ حضرات گزرے ہیں، لہٰذا اب اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہمارے لیے اجتہاد کے دروازے بند کردیئے گئے ہیں، حالانکہ آج کے دور میں بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ جن کے شرعی حل تلاش کرنے کے لئے اجتہاد کے دروازے کھولنا بہت ضروری ہے، لیکن ایک مکتب فکر کے علماء کا کہنا ہے کہ سارے مسائل تفسیر میں بیان کئے جاچکے ہیں، لہٰذا اب کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ اقبال نے اجتہاد کے بارے میں ایک کتاب (Reconstruction Lectures) کے نام سے لکھی، جس کے بارے میں بڑے بڑے علماء حضرات نے کہا کہ یہ کتاب نہیں لکھی جانی چاہیے تھی۔ علامہ کہتے تھے کہ اجتہاد انفرادی مجتہدین کی بجائے پارلیمنٹ کرے۔ اجتہاد عدلیہ اور پارلیمنٹ دونوں طرف سے ہوسکتا ہے، جیسے ایران میں انہوں نے ولایتِ فقیہ (ایوان بالا) بنائی ہے اور تمام قانون اس پارلیمنٹ کی مرضی سے پاس ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ اراکینِ پارلیمنٹ کو قانون سازی کے ساتھ ساتھ اسلامی فقہ کا بھی مکمل علم ہو۔ اس کے علاوہ اجتہاد کرتے وقت متعلقہ ماہرین کو ضرور اس میں شامل کیا جائے، کیونکہ ہمارے علماء دنیاوی علوم کی مکمل وسعت سے واقف نہیں۔ قانون سازی کی تعلیم دینے والے اداروں میں اسلامی فقہ کو کورس کا لازمی حصہ بنایا جائے اور Comparative Jurisprudence کا ایک موضوع شامل کیا جائے۔ پھر یہ لوگ پارلیمنٹ میں جائیں اور قوانین بنائیں۔

حضرت عمرؓ نے چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنے کی) قحط پڑنے پر معطل کردی تھی، حالانکہ اس کے متعلق نبی کریمؐ کا واضح حکم موجود تھا۔ میں کہتا ہوں جب ملک میں عوام کو بنیادی ضروریاتِ زندگی ہی میسر نہیں ہیں تو اسلامی سزائیں کیسے لاگو ہوسکتی ہیں؟ اسلامی قانون بھی یہ کہتا ہے۔ دوسرا حضرت عمرؓ کے دور میں ہی الحجریہ کا واقعہ ہوا جس میں ایک خاتون کا انتقال ہوا، اس کے وارثین میں شوہر، ماں، ۲ سگے بھائی اور ۲ سوتیلے بھائی شامل تھے۔ اسلامی قانون کے مطابق جائیداد میں سے سوتیلے بھائیوں کو پہلے حصہ ملا۔ سگے بھائی حضرت عمرؓ کے پاس گئے، جنہوں نے بھائیوں میں جائیداد کا حصہ برابر تقسیم کردیا۔ لوگوں نے کہا اے عمرؓ! آپ بدعت کررہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں بدعت حسنہ کررہا ہوں۔ قرآن میں اللہ پاک نے عدل کے ساتھ احسان کی بھی ترغیب دے رکھی ہے، لہٰذا وہاں احسان کے معنی برابری کے لئے گئے۔ یعنی بعض حالات میں قرآن پاک میں مقرر کئے گئے وراثت کے حصص میں ردوبدل ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر میں چاہتا ہوں کہ میری جائیداد ساری کی ساری میری بیٹی کو ملے تو میں کیوں ایسا نہیں کرسکتا۔ بیٹی یا بہن سارا گھر چلاتی ہے

> مسلمان جب تک اجتہاد کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے، شریعت نے انہیں منزل سے بھٹکنے نہیں دیا۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔ اجتہاد کا عمل کبھی نہیں رکا اور نہ رک سکتا ہے۔

لیکن جائیداد کی تقسیم کے وقت اسے آدھا حصہ ملتا ہے سوال یہ ہے کہ قرآن، حدیث یا اسلامی فقہ میں جو وراثت کے قوانین ہیں، کیا ان میں ردوبدل ہوسکتا ہے؟ پچھلے دنوں ہماری عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ مسلم شادی کے لئے تحریر، گواہ اور نکاح خواں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایجاب وقبول کرنے سے شادی ہوجاتی ہے، حالانکہ مالکی مسلک کے تحت ولی اگر رخصت نہ کرے تو نکاح ہی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حنفی مسلک میں خاوند کے گم ہونے پر بیوی ۷۰ سال تک اس کے انتظار سے پہلے شادی نہیں کرسکتی۔ میرا موقف یہ ہے کہ ایک نئی فقہ پارلیمنٹ کے ذریعے بنائی جائے، جس میں امامیہ، حنفی، مالکی وغیرہ سب مکاتبِ فکر شامل ہوں، جس میں سے ہر کوئی اپنی پسند کے مطابق اپنے مسئلے کا حل نکال لے۔

اجتہاد کرتے وقت اگر متعلقہ ماہرین کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو جدید دور کے تمام مسائل سائنسی بنیادوں پر حل ہوسکتے ہیں۔ چاند دیکھنے کا مسئلہ ہو یا فیملی پلاننگ کا، سود کا معاملہ ہو یا نظامِ حکومت کا، سب کا متفقہ حل نکالا جاسکتا ہے، حدود آرڈیننس کو ختم کردینا چاہیے، کیوں کہ اس کے لئے پہلے فلاحی اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہوگا۔

علامہ ریاض الرحمن یزدانی

اہل حدیث عالم، لاہور

اجتہاد آج کے دور کا سب سے اہم اور ٹیکنیکل ایشو ہے۔ آج کے جدید دور میں مسائل کے متفقہ حل کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے، اسلام چونکہ دینِ فطرت اور قیامت تک رہنمائی کے لئے بنایا گیا ہے، اس لئے تمام مسائل کا حل قرآنِ مجید، سنتِ رسولؐ یا اجتہاد کے ذریعے نکالا جا سکتا ہے۔ قیاس، اجماع اور استدلال اصل میں اجتہاد کے ہی نام ہیں اور ان میں خفیف سا فرق ہے۔

حضورﷺ نے جب معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے استفسار کیا کہ جب معاملات پیش آئیں گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں قرآن و احادیث سے رہنمائی لوں گا، فرمایا اگر وہاں سے بھی رہنمائی نہ ملی تو کیا کرو گے؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ! پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی ایسا دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا، جس سے قباحت پیدا ہو۔ حضورﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے صحابی کو اتنی توفیق حاصل ہے کہ وہ صحیح بات کر رہا ہے۔

میری نظر میں آج کے دور میں مسلمانوں میں فرقہ بندی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اگر آج تمام مسالک کے علمائے کرام اجتہاد کرنے پر متفق ہو جائیں تو دنیا بھر میں مسلمانوں کے تمام فرقے ختم ہو سکتے ہیں۔ اجتہاد اصل میں ایک شخص ہی کر سکتا ہے، اس کے لئے شرط ہے کہ اسے قرآن و حدیث کا مکمل علم ہو اور وہ سچا اور عادل بھی ہو۔ جب اس اجتہاد کو سب مان لیں گے تو وہ اجماع بن جائے گا۔ اجتہاد کرنے کے لئے ہر ملک میں ایک انجمن فقہاء ہونی چاہیے، کیونکہ قیامت تک دینِ اسلام نے جاری رہنا ہے اور مسائل بھی پیش آتے رہیں گے تو ان کے مسائل کے حل کے لئے اجتہاد بہت ضروری ہے، کیونکہ اسلام جامد دین نہیں ہے۔ ایک فقہ یا مجتہد کی بات کو دوسرا رد کر سکتا ہے، کیونکہ اس کی رائے حرفِ آخر نہیں ہے۔ ۱۴سو سال سے ہمارے پاس کوئی ایسا ادارہ نہیں کہ جس پر اعتماد اور بھروسہ کر کے مسلمان اپنے مسائل کا حل تلاش کر سکیں۔ قرآن و سنت بعض معاملات میں خاموش ہو سکتے ہیں لیکن اجتہاد کے ذریعے ان معاملات کا شرعی حل نکالا جا سکتا ہے۔

اجتہاد کی بنیاد صرف اور صرف قرآنِ مجید اور سنت رسولؐ ہیں۔ اگر کوئی بھی اجتہاد کتاب و سنت کی اساس کے خلاف ہو گا تو اسے نہیں مانا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مقدمہ آیا۔ جس میں ایک یہودی اور مسلمان کا جھگڑا تھا حضورؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن مسلمان نے اس فیصلے کو نہیں مانا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار سے اس مسلمان کا سر قلم کر دیا کہ جو شخص نبیؐ کی بات نہیں مانتا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ اجتہادی پوائنٹ تھا۔ ہمارے ہاں علماء حضرات اور مذہبی جماعتوں نے مذہبی، فکری اور شعوری بددیانتیاں کی ہیں۔ انہوں نے اسلام کو مثبت انداز میں پیش ہی نہیں کیا۔ لوگوں کو عذاب اور اللہ سے ڈرایا گیا، جس کی وجہ سے آج کا نوجوان اسلام اور مسجد سے دور بھاگ رہا ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ نے چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنے) کو منسوخ کیا تھا تو وہ ان دنوں کے حالات کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ قحط کی وجہ سے بے شمار لوگوں کے مرنے پر مؤاخذہ حضرت عمرؓ کا ہونا تھا۔ اگر کسی شخص نے کوئی گناہ کیا ہے تو اس کے حالات دیکھے جائیں گے لیکن سزا ختم کرنے کا عام اعلان آج نہیں کیا جا سکتا لیکن حدود اور تعزیرات کو ختم کر دینا چاہیے۔ سابق صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلام کے نام پر قوانین بنائے گئے جو کہ غلط تھے۔

میری نظر میں آج کے دور میں اجتہاد نہیں ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے مسائل بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ سودی نظام کے بغیر ملک نہیں چل سکتا۔ اس پر اجتہاد کی ضرورت ہے لیکن اس میں اقتصادی ماہرین اور بنک کار حضرات کو شامل کیا جانا چاہیے۔ چاند دیکھنے کے معاملے میں ماہرینِ موسمیات و ماہرینِ فلکیات کو کمیٹی میں شامل کیا جائے۔ طلاق کے مسئلے پر مختلف مکاتب فکر میں اختلاف ہے، ہمارے مسلک میں تین طلاقیں ایک ساتھ نہیں دی جا سکتیں، اس پر تمام علمائے کرام کو مل بیٹھ کر اجتہاد کرنا چاہیے۔ حدود آرڈیننس ایک غلط قانون ہے، اسے اجتہاد کے ذریعے غلط قرار دے کر پارلیمنٹ سے قانون سازی کے ذریعے ختم کیا جانا چاہیے۔ حرفِ آخر کہ آج کے تمام مسائل کے حل کے لئے علمائے کرام اور ماہرین کی کمیٹی اجتہاد کرے اور متفقہ فیصلے کے ذریعے ملک میں اور پھر تمام عالمِ اسلام میں ایک سوچ اپنائی جا سکتی ہے۔

حافظ ریاض حسین نجفی

عالمِ دین، لاہور

اجتہاد عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی پوری مشقت، محنت اور طاقت کے ساتھ اپنے لئے شرعی حکم کو حاصل کرنا ہے۔ اجتہاد کے دو ماٴخذ ہیں۔ پہلی کتاب اللہ جس پر بحث نہیں ہو سکتی، جس کی ہر آیت اور لفظ یقینی ہے، البتہ اس کے مطلب و معنی پر بحث ہو سکتی ہے۔ دوسرا ماٴخذ سنتِ رسولؐ ہے، جس کو حدیث یا روایت بھی کہہ سکتے ہیں لیکن ہر روایت کے متعلق دیکھنا ہو گا کہ اس کا راوی کون ہے۔ جب تک راوی سچا، عادل اور قابل اطمینان نہیں ہو گا، اس کی روایت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ جو روایتیں ٹھیک ہوں گی ان کو اور قرآن کو سامنے رکھ کر حکمِ شرعی حاصل کرنے کا نام اجتہاد ہے۔

اہل تشیع مکتب فکر کے نزدیک حضورؐ کے بارہ خلفاء ہیں اور یہ تمام خلفاء بزرگانِ دین ہیں، چاہے وہ علیؑ ہوں یا حضرت فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ اور امام جعفر صادق وغیرہ۔ ہمارے مسلک میں اجتہاد شروع سے جاری و ساری ہے۔ جب بھی کوئی مسئلہ یا معاملہ درپیش آتا ہے تو اسلامی قواعد کو سامنے رکھ کر اس نئے مسئلے کا بھی اجتہاد کے ذریعے شرعی حل تلاش کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اسلام پر جمود طاری نہیں ہے، جب کہ ہمارے سنی بھائیوں میں اجتہاد نہ ہونے کی وجہ سے اسلام پر جمود طاری ہے۔ ہمارے ہاں ۳۲۹ ہجری سے لے کر آج سے ۱۲ سال پہلے تک ۴۰ بڑی شخصیات آئی ہیں، جنہوں نے اجتہاد کیا لیکن ان کی شخصیت کا طلسم اتنا نہیں ہوتا کہ

کوئی ان کی بات رد نہ کر سکے۔ ان کے شاگردان کے زمانے میں ہی بحث کے بعد نئی بات کہہ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے پوچھا تھا کہ اجتہاد، عبادات اور معاملات دونوں پر ہوسکتا ہے تو میں اس سلسلے میں کہوں گا کہ عبادات شریعت کی طرف سے آئی ہیں۔ عبادات کی بنیاد پر تو اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ مثلاً فلاں نماز کی اتنی رکعتیں ہیں۔ حج کا یہ طریقہ کار ہے وغیرہ۔ البتہ معاملات کی شریعت نے صرف نوک پلک سنواری ہے۔ معاملات میں جھوٹ، دھوکہ دہی، غبن اور ملاوٹ وغیرہ نہیں کرنی۔ عبادات کے فروعی مسئلہ میں اجتہاد ہوسکتا ہے کہ سبحان اللہ کتنی مرتبہ پڑھنا ہے وغیرہ۔

اجتہاد کرنے کے لئے کوئی قید نہیں ہے کہ صرف فلاں شخص ہی اجتہاد کرسکتا ہے۔ اجتہاد کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قرآن مجید اور سنت رسولؐ (احادیث) کا مکمل علم ہو، وہ شخص سچا ہو، عادل اور قابل اطمینان ہو، اس میں قرآن پاک کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہیے مگر اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔

میرے خیال میں قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر اور تعصب کے بغیر اجتہاد کیا جائے تو آج کے دور کے تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ مغلوں کے دور میں قاضی نور اللہ شستری کو چیف جسٹس بنایا گیا تو انہوں نے شرط رکھی کہ چاروں مکاتب فکر میں سے مجھے جو بھی فیصلہ اچھے لگے گا، میں اپنالوں گا۔ مولانا مودودی نے بھی بہت سے مسائل میں اہلِ تشیع مکتب فکر سے مدد لی۔ مصر میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اگر پاکستان میں بھی ایسا ہو جائے تو اتحاد کی فضا پیدا ہوگی اور تعصب ختم ہو جائے گا، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو اکٹھا بٹھایا جائے اور مسائل کے متفقہ شرعی حل تلاش کئے جائیں۔ طلاق، چاند دیکھنے کا مسئلہ، انتہا پسندی، فیملی پلاننگ، سود اور نظام حکومت وغیرہ جیسے تمام مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعے ممکن ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

ہمارا ایمان ہے کہ اسلام مکمل دین ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کسی ایک وقت اور علاقے میں محدود دین نہیں بلکہ یہ ہر دور میں تمام انسانوں کے لئے صراطِ مستقیم اور ہدایت کا پیامبر ہے۔ اس لحاظ سے ہر زمانے میں مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ دنیا کو پیش آنے والے مسائل کے بہتر سے بہتر حل کی تلاش میں پیش پیش ہوں۔ آج کا مسلمان بھی اس ذمہ داری سے بری نہیں۔ یہ بات صرف کہنے کی حد تک نہیں ہے بلکہ اسلام کی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ امتِ مسلمہ صدیوں سے ہر عہد میں ایک ممتاز اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ تہذیب کی حامل رہی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟ اجتہاد کے اصول سے۔ اجتہاد اسلامی قانون میں تحقیق کے طریقہ کار کا نام ہے۔ مسائل کے حل کے لئے مکمل جدوجہد کا نام ہے۔ یہ مقاصد شریعت کی تکمیل میں حق تحقیق ادا کرنے کا نام ہے۔ اجتہاد پوری دینی ذمہ داری کے ساتھ انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے غور وفکر کا نام ہے۔ مسلمان جب تک اجتہاد کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے، شریعت نے انہیں منزل سے بھٹکنے نہیں دیا۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔ اجتہاد کا عمل کبھی نہیں رکا اور نہ رک سکتا ہے۔ آج کی اولین ضرورت یہ ہے کہ ہم اجتہاد کے بارے میں ان بہت سی غلط فہمیوں کا جائزہ لیں جو جمود کے دور میں پیدا ہوئیں، انہیں دور کرنے کی کوشش کریں، عصری تقاضوں کو سمجھیں اور اجتہاد کے اصولوں کو اپناتے ہوئے شریعت سے براہِ راست رہنمائی کے اصول کو ازسرنو زندہ کریں۔ اجتہاد کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ اجتہاد کا مطلب کوئی نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔ اس غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ عام طور پر شریعت سے مراد فقہ اور فقہی مذاہب یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور جعفری مذاہب لئے جانے لگے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان مذاہب کی بنیاد شریعت پر ہے لیکن درحقیقت یہ شریعت کی مختلف تعبیریں ہیں، اسی لئے ہم ان سب کو ان کے اختلافات کے باوجود دائرہ اسلام کے اندر مانتے ہیں۔ تاہم فقہ کو شریعت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اجتہاد کی مخالفت میں یہ بھی کہا گیا کہ ان فقہی مذاہب کے قیام کے بعد اب کسی نئی تحقیق اور اجتہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ ان مذاہب کے بانیوں اور اماموں کے بعد اب کوئی بھی اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اجتہاد کے لئے وہی اہلیت شرط ٹھہری، جو ان اماموں کی خصوصیت تھی۔ کہا یہ گیا چونکہ آج یہ اہلیت موجود نہیں، اس لئے اجتہاد کا دروازہ اصولی طور پر نہیں تو عملی طور پر بند ہے۔ یہاں شیعہ اور سنی فکر کی راہیں الگ ہوگئیں۔ شیعہ سوچ کے مطابق امام کی غیر موجودگی میں اجتہاد اور بھی ضروری ہو جاتا ہے، اس لئے اجتہاد کی اہلیت اور تربیت کا نظام قائم کرنا ضروری ہے۔ شیعہ فقہ میں اجتہاد ایک باقاعدہ ادارہ بن گیا اور مجتہد ایک مستقل منصب۔ لیکن اس صورت حال نے ایک اور مسئلہ اٹھایا کہ بتدریج فقیہ کو ایک طرح کا دینی اقتدار حاصل ہوتا گیا، جو بالآخر نظریہ ولایتِ فقیہ کی شکل میں سامنے آیا۔ جس میں عوام کے نمائندہ اداروں پر دینی رہنماؤں کے اصول کی بالادستی پر زور دیا گیا۔ یہ بات نہیں کہ کسی زمانے میں سنی مذاہب میں اجتہاد کا عمل رک گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ماہرینِ فقہ ہر دور میں موجود رہے۔ انہوں نے لوگوں کو درپیش مسائل پر جن میں اکثر نئے تھے، لکھا بھی اور فتوے بھی دیئے لیکن انہوں نے اسے اجتہاد کا نام نہیں دیا۔ اگر دیا بھی تو اسے اجتہاد کے نچلے درجوں میں شمار کیا۔ اس سے یہ غلط فہمی عام ہوئی کہ سنیوں کے ہاں اجتہاد کا عمل ختم ہوگیا۔ دوسری بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ اجتہاد محض عقل کی بنیاد پر رائے قائم کرنے کا نام ہے اور یہ کہ اجتہاد کے لئے کسی تیاری، اہلیت اور تربیت کی ضرورت نہیں۔ حقیقت میں اجتہاد بنیادی معنوں میں ریسرچ کا نام ہے، جس طرح ریسرچ کے قواعد وضوابط ہوتے ہیں، شرائط ہوتی ہیں اور معیار ہوتے ہیں۔ آج کے دور میں مسائل اتنے پیچیدہ ہوگئے ہیں کہ ایک فرد کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ تمام پہلوؤں سے مکمل طور پر واقف ہو۔ مثال کے طور پر آج کے مسائل کو پوری طرح سمجھنے کے لئے علمِ معاشیات، قانون، جدید علمِ طب اور دوسرے علوم ضروری ہوگئے ہیں۔ رویتِ ہلال کے مسئلے کو ہی لے لیں۔ اس کے لئے

الجماعت کے نزدیک یہ مرتبہ ائمہ اربعہ کو حاصل تھا۔ یا مجتہد منتسب، یعنی ایسا مجتہد جو اصول میں تو کسی خاص مذہب یا فقہ کا پابند ہے لیکن فروع میں آزاد، چنانچہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام حنبلؒ کے بعد متعدد فقہاء کو یہ درجہ حاصل تھا، یا پھر کسی وقت کوئی خاص مسئلہ پیش آجاتا ہے، جس میں کوئی فقیہ اجتہاد پر مجبور ہو جاتا ہے، لہذا اجتہاد میں عصمت عن الخطا کا مفہوم داخل نہیں۔ اس کی حیثیت ظن غالب کی ہے اس کا ایک فنی پہلو یہ ہے کہ اس کے لئے ایک خاص قسم کی قابلیت اور صلاحیت شرط ہے، تاکہ مجتہد ان تفصیلات کا فیصلہ کرسکے جو بصورت اجتہاد اس کے سامنے آتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ الفاظ میں اشتراک و ترادف ممکن ہے یا نہیں؟ حقیقت و مجاز کی تعبیر کس طرح کی جاتی ہے؟ مجمل کسے کہتے ہیں؟ تفصیل کیا چیز ہے؟ الفاظ سے طرح طرح کے مفہوم متبادر ہوتے ہیں تو کیسے؟ عبارت النص کیا ہے اور اشارۃ النص اور اقتضاء النص کیا ہے؟ ارکانِ تعلیل کو اصل، فرع، حکم اور علت میں کس طرح تقسیم کیا جاتا ہے؟ ان کی شروط کیا ہیں؟ استحسان، استصلاح، قیاس وغیرہ وغیرہ۔ یعنی جملہ اصطلاحاتِ فقہ کے حدود کیا ہیں؟ معنی اور مطلب کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اجتہاد کا اہل ہر شخص نہیں ہوسکتا۔ مجتہد کی ذمہ داریاں بڑی شدید ہیں۔ اس کی ایک غلطی ساری امت کے لئے نقصان کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اجتہاد میں انتہائی احتیاط لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ اجتہاد کا تعلق صرف ان جلیل القدر ہستیوں سے رہ گیا، جن کے متعلق خیال تھا کہ انہیں بربنائے فضیلت اور دریافت علم امور شرعی میں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے، اس لئے ان کے فیصلوں کی اطاعت ضروری ہے۔ شیعہ فقہ میں ائمہ اثناءعشر کو شارحین کتاب وسنت ٹھہرایا جاتا تھا، اس لئے کہ ان کے اقوال واعمال کو سند کا درجہ حاصل تھا۔ لیکن ۳۲۹ء کے بعد جب امامت کا سلسلہ ختم ہوگیا تو یہاں بھی ضرورت پیش آئی کہ احکام شرعی کو اجتہادی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے۔ چنانچہ ابن طفیل، ابن جنید، سید مرتضیٰ، شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی ایسے مجتہدین نے اس فن میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور یہ سلسلہ اس وقت سے اب تک برابر جاری ہے۔ علم اور قوت حاصل کئے بغیر ہم اسلام دشمن قوتوں سے درپیش چیلنج سے نہیں نمٹ سکتے۔ طاقت سے مراد یہ نہیں کہ دوسروں کو طاقت کے ذریعے سے زیر کیا جائے بلکہ اتنی قوت ہو کہ آپ کا وقار قائم رہے اور دوسرے آپ کو دبا نہ سکیں۔ آج کل ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اسی قوت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علم کا حاصل کرنا مسلمان کی اولین ترجیح ہے اور تخلیق انسان کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ علم حاصل کرے۔ تجارت اور حلال کی کمائی مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ دولت کے بغیر قوت مشکل ہے مگر اہمیت قوت کی ہے۔ دولت ہوگی تو تیاری کرسکتے ہیں۔ صرف ایمان سے آپ ہوائی جہاز نہیں اڑا سکتے، اس کے لئے تیل اور انجن درکار ہیں جو کہ بغیر علم کے ناممکن ہے۔ سامانِ جنگ تیار کرنے کے لئے علم، دولت اور ایمانی قوت درکار ہے۔ آج کے دور میں شرکی عالمگیریت کے تناظر میں ہمیں اپنے کردار اور کارکردگی، مشکلات و مسائل کے حوالے سے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان علم حاصل کریں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بروئے کار لائیں۔

ہمیں ایک اور سنگین مسئلہ جو درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اجتہادی اور تحقیقی ادارے موجود ہی نہیں، جو موجودہ مسائل اور آئندہ کے چیلنجز کے لئے اجتہادی کردار ادا کرسکیں۔ دورِ جدید کے پیچیدہ مسائل کے احکام معلوم کرنے کے لئے عالمی سطح پر مسلمان ممالک کو 'اجتہادی اور تحقیقی ادارہ' قائم کرنا چاہیے اور ہر اسلامی مملکت کی تحقیقاتی کونسلوں کو اس عالمی تحقیقاتی ادارے کے ساتھ مربوط کردیا جائے تاکہ عالمِ اسلام کے حل طلب مسائل کو اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کیا جاسکے۔ یہ کام اسلامی کانفرنس اور رابطہ عالم اسلامی بھی کرسکتے ہیں۔ آج کل ایک اور مسئلہ مخلوط طرزِ تعلیم کا ہے، جو اسلام کی بنیادی اساس اور تعلیمات کے ہی منافی ہے۔ مخلوط تعلیم، مخلوط محفلوں اور مادر پدر آزاد سوسائٹی کے نتیجے میں امریکہ اور مغرب میں خاندانی نظام یعنی فیملی سسٹم ٹوٹ چکا ہے اور وہی ان اصلاحات کے ذریعے ہمارے فیملی سسٹم کو توڑنے کے لئے فنڈز بھی مخصوص کررہے ہیں۔ حدود آرڈیننس پر اسلامی نظریاتی کونسل اور دیگر اداروں کے تحت اجتہاد ہوسکتا ہے مگر غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے حدود آرڈیننس سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی قرآنی احکامات سے متعلق واضح سفارشات کو یکسر کوئی بھی نظرانداز نہیں کرسکتا مگر ایسا کرکے ایک بل پاس کردیا گیا ہے، جو کہ قرآن وسنت کے احکامات سے کھلی بغاوت ہے۔ ایسا کرنے والے نہ حکومت کے دوست ہیں اور نہ نظریہ اسلام اور پاکستان سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ رویت ہلال کمیٹی، مشترکہ اسلامی کیلنڈر پر اجتہاد ہوسکتا ہے۔ مذہبی انتہا پسندی کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔ مسلمان کی تو تعریف ہی یہی ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ جہاں تک نظام حکومت کا تعلق ہے تو ہمیں قرآن پاک میں ایسی کوئی آیت نہیں ملتی، جس سے یہ ثابت ہو کہ اسلام کوئی خاص طرز کی حکومت نافذ کرنا چاہتا ہے۔ قیام حکومت اسلام کا کوئی مقصد نہیں بلکہ یہ محض ایک ناگزیر ذریعہ ہے۔ ایک دوسرا بلند مقصد ایک مثالی معاشرے کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی قدریں واضح کردی ہیں، جن میں ردوبدل نہیں ہوسکتا، تاہم ان پر عمل درآمد کے لئے اجتہاد ہوسکتا ہے۔

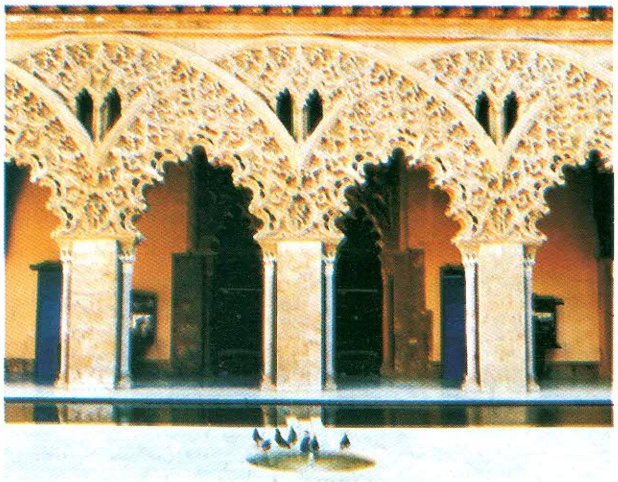

سید حامد سعید کاظمی

عالم دین، رکن قومی اسمبلی، ملتان

عقائد کے متعلق اجتہاد کرنا درست نہیں ہے۔ اجتہاد اعمال اور ان مسائل پر ہوتا ہے جو قرآن وحدیث میں وضاحت وصراحت سے بیان نہیں کئے گئے۔ جب اللہ کی طرف سے کوئی بھی واضح حکم آ جائے تو اس پر اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ اجماع، اسلام کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کبھی غلط بات پر جمع نہیں ہو گی۔ مسلم امہ کے مابین مختلف ادوار میں کچھ مسائل ایسے ہیں، جن پر کبھی اختلاف نہیں رہا اور تمام مسلم امہ کی ایک ہی رائے تو اس اجماع کے مقابلے میں کوئی عقلی دلیل یا اجتہاد کارآمد نہیں ہوگا۔ دین کی تفہیم کے لئے فقہ حنفی نے ہمارے سامنے جو چار بنیادی اصول رکھے ہیں، ان میں قرآن، احادیث، اجماع امت اور قیاس شامل ہیں۔ قیاس دراصل اجتہاد کی بنیاد ہے۔ جب ایک حکم قرآن وحدیث میں واضح ہے تو اس کے لئے اجتہاد نہیں کیا جاسکتا۔ شریعت اصل احکام تک پہنچنے اور حقیقت کو جاننے کے لئے قیاس، غور وفکر اور کوشش وکاوش کا راستہ کھولتی ہے۔ اسلام کی وسعت اور قیامت تک کے لئے سچا دین ہونے کا ثبوت ہمیں اجتہاد کی صورت میں ملتا ہے اور یہ انتہائی بڑی اہمیت ہے جب ہر مسئلے میں اجتہاد کے ذریعے راہ تلاش کی جائے گی تو اس سے اختلاف وانتشار میں اضافہ ہوگا کیونکہ جب ملکی معاملات کے اصول وضوابط طے کئے جاتے ہیں تو ان میں بھی کچھ معاملات طے کر لئے جاتے ہیں، جن پر دوبارہ کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اسلام نے ہمارے لئے اصول وضع کئے ہیں، جن کی روشنی میں مختلف مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ایسی آیات جن سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور جو علماء کی گنتی کے مطابق ۵۰۰ ہیں، ان کے متعلق مجتہد کو مکمل علم ہونا چاہیے۔ مختلف مسائل سے متعلق احادیث کا علم ہونا ضروری ہے اس کو عربی زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ مجتہدین میں تعصب نہ ہو کہ وہ کسی چیز کو ٹارگٹ بنا کر اس کے پیچھے چل پڑیں۔ بلکہ انہیں صرف حق کی جستجو ہو۔ اس طرح وہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کو اپنی خواہش کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے اپنی مرضی کو اللہ اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق تبدیل کرنا چاہے گا۔ آج کے دور میں ایسی شخصیات ہمارے سامنے نہیں ہیں، جن پر اعتبار کر کے امتِ مسلمہ کے لئے شخصی طور پر اجتہاد کا دروازہ کھول سکیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، جس پر امتِ مسلمہ کا اعتماد بحال ہو کہ وہ جو بھی فیصلہ کرے گا، صرف اللہ اور رسولؐ کی مرضی کے مطابق کرے گا۔ اس میں کوئی غرض شامل نہیں ہوگی، ایسی صورت میں اگر شخصی اجتہاد کا دروازہ کھولیں گے تو اس سے مزید فساد کا اندیشہ ہوگا۔ اگر ایسا ہو کہ مختلف مسلم ممالک میں علماء کے بورڈ بنائے جائیں۔ بحث ومباحثہ کیا جائے اور پھر عالمی سطح پر ایک ایسا فورم موجود ہو، جہاں مختلف ممالک کی رائے کے مطابق مسائل کا حل تلاش کیا جائے تو اس سے امتِ مسلمہ کے مسائل میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل موجود ہے اگر اس کونسل کا چناؤ ذاتی پسند وناپسند یا سیاسی رجحانات پر تشکیل دینے کی بجائے خالصتاً علمی استعداد کی بنیاد پر کیا جائے تو حکومتی سرپرستی میں آج کے دور میں فقہی اختلافی مسائل کا حل پیش کرنے کے لئے ایک اچھا فورم ہے۔ ادارے افراد پر مشتمل ہوتے ہیں اس لئے افراد کا چناؤ بہت اہم معانی رکھتا ہے۔ رویتِ ہلال کمیٹی، مذہبی انتہا پسندی، طلاق، موسیقی، یا ایسے بہت سے دیگر مسائل کے متعلق ہمارے ہاں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اب اگر کوئی نیا نظریہ ان معاملات کے حوالے سے سامنے آئے گا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہ معاملات میری رائے کے مطابق اختلاف وانتشار کا بہت بڑا سبب نہیں ہیں، جیسے ایک نظریہ کے مطابق ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دی جائیں تو طلاق ہو جاتی ہے، جب کہ کسی دوسرے نظریے کے مطابق تین طلاق اکٹھی دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ قومی سطح کا مسئلہ نہیں ہے اور اس میں لوگوں کی ذاتی پسند وناپسند کا بھی بہت عمل دخل ہوتا ہے، اسی طرح رویتِ ہلال کمیٹی کی تشکیل اجتہاد کے نتیجے میں عمل میں آئی۔ شریعت میں تو یہ طے ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے اور چاند دیکھ کر عید منائی جائے۔ لیکن جس نے چاند نہیں دیکھا وہ تو اجتہاد کے نتیجے میں ہی روزہ رکھے گا اور چاند دیکھ کر عید کرے گا۔ رویتِ ہلال کمیٹی کی تشکیل اجتہاد کا نتیجہ ہے تو اب بھی اس پر اجتہاد ہوسکتا ہے۔ جب کسی مخصوص سوچ کے تحت اجتہاد کیا جائے گا تو ایسی صورت میں ہم کسی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچیں گے۔ اجتہاد کی بنیاد قیاس پر ہے۔ کچھ لوگ قیاس کو دلیل شرعی نہیں مانتے۔ وہ صرف قرآن وحدیث کے علم کو مانتے ہیں۔ ایک مجتہد مسئلے کے صحیح حل کو پالیتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اگر وہ صحیح حل تک نہیں پہنچتا اور اس سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو تب بھی اس کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک اجر ہے۔

ڈاکٹر سعید الرحمن

دانشور، ملتان

معاشرے میں روز بروز نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں، جن کا حل براہ راست قرآن وحدیث میں نہیں ہے لیکن قرآن وحدیث اور سنت کی روشنی میں ہی اجتہاد کے ذریعے ان مسائل کا حل ممکن ہے اور اجتہاد کی ہر دور میں اہمیت وضرورت رہی ہے۔ انفرادی رائے میں انتشار کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے، اس لئے آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔ مجتہد کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنی رائے پر اصرار نہ کرے۔ بلکہ اس کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے کہ میں اپنی رائے کو وزن دیتا ہوں، اس خیال کے ساتھ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ درست نہ ہو۔ مجتہد کو قرآن وحدیث کا مکمل علم حاصل ہونا چاہیے۔ عربی زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ قرآن سے مختلف چیزوں کو استنباط (اخذ) کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس طرح اس کی اجتہادی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔ ہر عالم مجتہد نہیں ہوسکتا، مجتہد کے لئے محض کتابی علم کافی نہیں، اس کو معاشرے کے حالات کے متعلق علم ہونا چاہیے، ہمارے ہاں تمام مکاتب فکر میں اجتہاد کا تصور موجود ہے۔ صرف اہلیت کا مسئلہ درپیش رہتا ہے۔ موجودہ دور میں معاشی اور سائنسی مسائل پر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر شعبے میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جن کی وجہ سے مسائل میں بھی اضافہ ہوا۔ اقتصادیات کے حوالے سے بہت سے مسائل ہیں۔ جیسے بینکنگ انشورنس، جس

انداز میں آج ہے، پہلے زمانے میں نہیں تھی۔ جیسے قومیت اور نج کاری کا مسئلہ ہے ایسے معاملات میں اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں حل تلاش کرنا ہوگا۔ اس کے لئے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سائنس، خاص طور پر میڈیکل سائنس میں کلوننگ جیسی بہت سی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جن میں بہ ظاہر تو انسان کے لیے بہتری کا پہلو نظر آتا ہے لیکن اس کے پس منظر میں سماجی مسائل بھی ہو سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں ایک ایسے فورم کی ضرورت ہے، جس میں دینی ماہرین کے علاوہ تمام شعبہ ہائے زندگی کے ماہرین کی سرپرستی میں مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ کیونکہ کوئی فیصلہ کرتے وقت یا قانون سازی کرتے وقت ہر پہلو کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شریعت اور سائنس کے مابین کمیونیکیشن پیدا ہو۔ جب کوئی اجتہاد کرے اور یہ سوچ رکھے کہ میری رائے دلائل کے ساتھ صحیح ہے لیکن اس سے بہتر رائے بھی ہوسکتی ہے تو اس کی رائے کو اسلام اور کفر کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ ہمارے ہاں مشکل یہ ہے کہ جو بھی آراء ماضی کی آراء سے تھوڑی سی بھی مختلف ہوتی ہیں، تو ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو فوراً یہ طے کر دیتا ہے کہ یہ کفر، انحراف، فسق یا منافقت ہے۔ حالانکہ ان اصطلاحات کا غیر ضروری استعمال بھی مسائل کا باعث بنتا ہے۔ ممکن ہے کہ رائے پورے خلوص نیت سے دی گئی ہو، اجتہاد کے لیے ایسے کلچر کو فروغ دینے کی ضرورت ہے کہ یا تو دلائل کے ساتھ رائے کو قبول کیا جائے یا دلائل سے اس رائے کو مسترد کیا جائے۔ اجتہاد کو اگر سرکاری اثر و رسوخ سے علیحدہ رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حکومت کا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے جس میں بہت سی مجبوریاں و مسائل ہوتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ مختلف مسائل کے لئے اجتہاد غیر سرکاری سطح پر ہونا چاہیے۔ ماضی کی تاریخ بھی یہی رہی ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل جو بھی سفارشات پیش کرتی ہے، ان کے متعلق کسی کو علم نہیں ہوتا حالانکہ ان سفارشات کو منظر عام پر لانا چاہیے تاکہ دوسرے افراد بھی اس سے آگاہ ہوسکیں۔ اس لئے افراد کا انتخاب مسلک کی بنیاد پر نہ کیا جائے بلکہ اہلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جائے۔ اجتہاد کا عمل آج بھی غیر محسوس انداز میں چل رہا ہے۔ کیونکہ مسائل کا اتنا دباؤ ہوتا ہے کہ وہ خود اپنا راستہ نکال لیتے ہیں اس لئے دباؤ کے تحت فیصلے کرنے سے بہتر ہے کہ پہلے سے متوازن رائے بنا کر اس پر قائم رہیں تاکہ انتشار و اختلاف نہ ہو۔

> آج کے دور میں اجتہاد اور اجماع کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ اس کی ایک صورت تو اجتماعی اجتہاد کی ہے، جس میں ماہرینِ فقہ انفرادی طور پر فتویٰ دینے کی بجائے ایک ادارے کی صورت میں اجتماعی فتویٰ دیتے ہیں۔

علامہ تقی نقوی

عالمِ دین، ملتان

استنباط، جدوجہد اور کوشش کرنے کو اجتہاد کہا جاتا ہے اور کسی عالم کے لئے اسلامی شریعت کے احکام کو قرآن مجید، حدیث و دیگر دلائلِ شرعیہ سے استنباط کرنے میں مہارت اور علمی کمال حاصل ہونا مجتہد کی شرائط ہیں۔ اس علمی کمال کی اہمیت اسی قدر ہے، جس قدر اسلام کے شرعی احکام کی اہمیت ہے۔ اجتہاد میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام علوم میں مہارت حاصل کی جائے، جو قرآن مجید اور احادیث کو سمجھنے اور ان کے احکام نکالنے میں ضروری ہیں۔ علم تفسیر قرآن اور آیات کریمہ کے نزول سے متعلق واقعات اور ان کے بارے میں حضور اکرمؐ کے ارشادات کے ساتھ ساتھ اسلاف کی تحقیقات اور ان کے دلائل و براہین پر بھی مکمل عبور رکھتا ہو۔ متقی اور پرہیزگار ہو، مفاد پرست اور نفسانی خواہشات کا غلام نہ ہو اور نہ ہی وہ حرص و خوف کی وجہ سے جانبدارانہ رائے اختیار کرتا ہو، تاکہ وہ اسلامی شریعت کے استنباط اور پر اس کو بیان کرنے میں طاقت و اقتدار یا دولت و ثروت کے سامنے سرنگوں ہونے سے پاک رہے اور آزادانہ رائے پیش کر سکے۔ اجتہاد تو قرآن و سنت اور دلائل سے شرعی احکام کا استنباط ہے اور اجماع ان مجتہدین اور اہلِ فکر و نظر صاحب الرائے فقہاء کا کسی ایک نظریے پر متفق ہونا ہے۔ تمام مسلمانوں میں اجماع کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اسے بھی شرعی حکم کے استنباط میں ایک دلیل کی حیثیت دی گئی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ رائے دینے والے افراد اجتہاد والے مقام پر فائز ہوں۔ ہر عام شخص کو اس میں دخل دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ پاکستان میں اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ اجتہاد کی ان تمام شرائط کو پورا کرنے کے لئے نظام تشکیل دیا جائے اور ان تمام علوم میں مہارت حاصل کرنے کے اسباب آسان کئے جائیں، جن کا اجتہاد کے حصول میں بنیادی کردار ہے۔ علوم و تقویٰ کی بنیاد پر مجتہدین کا انتخاب کیا جائے۔ انہیں اسلامی اور ملکی مفادات کے مطابق حل نکالنے کی آزادی دی جائے تو یہ مجتہدین بالاتفاق یا بالحکمہ ایسا حل سامنے لائیں گے، جس سے اتفاق و اتحاد میں مدد ملے گی اور مشکلات کم ہوں گی۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل تو موجود ہے، اس کے فیصلے اور مشورے بھی موجود ہیں لیکن ان کو نافذ کرنے یا زیرِ غور لانے کے متعلق کبھی سنجیدگی سے سوچا نہیں گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو مؤثر بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ پاکستان کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔ اجتہاد کا دروازہ تمام مکاتب فکر کے لئے کھلا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف قرآن و حدیث کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی مجتہد کی تقلید کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس وقت مسلم امہ کو درپیش مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اجتہاد سے مراد اپنی اپنی رائے پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کی رائے کو تسلیم کرنا ہے، تو یہ ایسا امر ہے جو ہر فرقہ کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بغیر انتشار میں اضافہ ہوگا۔ اتحاد سے مراد ادغام نہیں یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تمام مکاتب اپنا اپنا مکتب ترک کر دیں اور سب ایک نیا مکتب بنا کر اس میں داخل ہو جائیں۔ ایسا سوچنا ناممکن ہوگا، اجتہاد امن، بھائی چارے، اخوت اور اتحاد کا درس دیتا ہے۔ باہمی افہام و تفہیم اور استدلالی مکالمے کی راہ دکھاتا ہے۔ رویتِ ہلال کمیٹی،

اسلامی کیلنڈر، طلاق، مذہبی انتہا پسندی، مخلوط طرزِ تعلیم، موسیقی، حدود آرڈیننس، نظام حکومت جیسے موضوعات پر بھی اجتہاد کی ضرورت ہے لیکن اجتہاد وہی ہوتا ہے جو اسلامی مآخذ و مصادر یعنی قرآن کریم اور احادیثِ رسول ؐ کی تعلیمات اور عقلی دلائل کی روشنی میں ہوتا ہے۔ اگر ان حدود کو توڑ دیا جائے تو وہ اسلامی اجتہاد نہیں ہوگا۔ وہ غیر اسلامی اور ناجائز کوشش قرار پائے گی اور تمام مکاتب فکر کے مجتہدین نے ان موضوعات پر رائے دی ہے۔ البتہ اگر مکاتب فکر کو باہمی قریب لانے، انتہا پسندی سے باز رکھنے کے لئے مزید کوششیں کی جائیں اور تعصّبات کے اسباب کا خاتمہ کیا جائے تو اختلافات کم سے کم تر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے با اختیار افراد اس فریضے کو ادا کریں تو مل جل کر درپیش مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان

سابق چیئرمین شعبہ اسلامیات، جامعہ پشاور

اجتہاد کسی شرعی مسئلے میں قرآن و سنت کے مطابق حل کا نام ہے اور اجماع اس اجتہاد پر دوسرے صاحب الرائے اہلِ علم اور مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے لیکن اجماع اصطلاحاً صحابہ کرامؓ کے کسی مسئلے پر متفق ہونے کو کہتے ہیں۔ اجتہاد، جہد سے نکلا ہے جس کا مطلب کوشش کرنا ہے۔ اصطلاح میں مجتہد کا وہ کام، جو کسی نئے مسئلے کے حل کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جائے، اجتہاد کہلاتا ہے۔ فی زمانہ اجتہاد کی بڑی اہمیت ہے۔ اجتہاد دراصل حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ نئے پیدا ہونے والے مسائل میں کیا جاتا ہے، جن کا کوئی واضح حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو۔ تمام مکاتبِ فکر میں اجتہاد ہوتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ اجتہاد نصِ قطعی کے مقابلے میں نہ ہو۔ جن مسائل پر آج کے دور میں اجتہاد ضروری ہے، ان کا ذکر کرتے ہوئے آج مختلف امور پر اجتہاد کی ضرورت ہے مگر یہ اجتہاد شخصی نہیں ہوگا بلکہ علماء و مفتیان کا ایک مشترکہ بورڈ بیٹھ کر کرے گا اور مشترکہ بورڈ کے اجتہاد پر ہی امتِ مسلمہ متحد ہو سکتی ہے۔ اجتہاد کرنے والے علماء و مفتی حضرات کا معیار بڑا اہم ہے۔ ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کا گہرا علم رکھنے والے ہوں، ناسخ و منسوخ، اسماء الرجال، عربی زبان دانی، گرامر اور ادب کے قواعد و ضوابط سے مکمل آشنا و واقف ہوں۔ اسی طرح ان کا متقی، عادل اور بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔ موسیقی، حدود آرڈیننس، طلاق کے حوالے سے نصِ قطعی موجود ہے۔ اسی طرح رؤیتِ ہلال، اسلامی کیلنڈر، مذہبی انتہا پسندی، مخلوط طرزِ تعلیم اور نظامِ حکومت کے حوالے سے بھی احکامات موجود ہیں، ان میں کوئی ابہام نہیں۔

مفتی نقیب احمد دیروی

خطیب جامع مسجد خواجہ معروف، کوئٹہ

اجتہاد جہد سے ہے، جس کے لغوی معنی ہیں کوشش کرنا اور پوری طاقت صرف کرنا، اجتہاد غیر منصوص حوادث و مسائل کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے اپنی آخری کوشش صرف کر دینے کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اجتہاد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ زندگی میں روز نئے واقعات، حوادث اور مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان حوادث و مسائل کی تعداد لامحدود ہے اور نصوص کتاب و سنت میں ہوں یا فقہاء و مجتہدین کے مستنبط کئے ہوئے احکام ہوں، ان کی تعداد محدود ہے۔ اس جمود کی وجہ سے قانون کا رشتہ زندگی سے کٹ جائے گا، حالانکہ شریعت، اسلامی ایک زندہ قانون ہے، جسے قیامت تک زندہ رہنا ہے۔ اس لئے اجتہاد کے ذریعے احکام کی تخریج و استنباط کے قواعد و ضوابط فقہائے اسلام نے پوری طرح منضبط کر دیئے ہیں اور صدیوں تک اسی قانون پر جدید سے جدید تر تہذیب و ثقافت کی بلند و بالا عمارت قائم رہی ہے اور ہمارا یقین ہے کہ دنیا میں سماجی و تہذیبی انقلاب کی راہنمائی کے لئے شریعتِ اسلامی کافی ہے۔

یہ الزام بالکل غلط ہے کہ بابِ اجتہاد صدیوں سے بند پڑا ہے اور اس طرح اسلام عصرِ حاضر کا ساتھ دینے کا اہل نہیں رہا۔ علماء نے یہ نہیں کہا کہ بابِ اجتہاد ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا اور کسی خاص تاریخ تک اجتہاد جائز تھا اور اس کے بعد اجتہاد ممنوع ٹھہرا۔ یہاں اصل مسئلہ اجتہاد کا نہیں بلکہ اجتہاد کی صلاحیت و اہلیت کا ہے۔ یعنی اگر دین قیامت تک کے لئے ہے، تو بابِ اجتہاد بھی قیامت تک کھلا رہے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ افراد میں اجتہاد کی مطلوبہ اہلیت و صلاحیت مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ذکاوت و فطانت اور ذہنِ رسا کی نعمت اللہ تعالیٰ نے چھین نہیں لی ہے، وسائل اجتہاد اور علوم و معارف کے خزانوں تک رسائی اب جتنی آسان ہے، پہلے کبھی نہیں تھی۔ سلف کی محنت آج روزانہ مدفون کتب خانوں سے نکل کر اس تیزی سے سامنے آ رہی ہے کہ جس کا پہلے تصور مشکل تھا لیکن مسئلہ نہ ذکاوت کا ہے نہ فہمِ صحیح کا، نہ وسائل علم کا اور نہ خزانہ علمی تک رسائی کا، اصل مسئلہ ہماری کوتاہ ہمتی، کاہلی اور مشاغل علمیہ سے گریز کا ہے۔ ضروری نہیں کہ سبھی مجتہدین اپنی سبھی صلاحیتوں میں مساوی ہوں۔ کم سے کم اور ضروری حد تک اہلیتِ اجتہاد موجود ہو تو پھر اس کے بعد اپنی اپنی محنت صلاحیت اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مجتہدین میں فرق مراتب پیدا ہو سکتا ہے اور کسی کا علم کسی سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اجتہاد کا دروازہ بند ہوتا تو اس آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، فقیہ امت انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اہلیتِ اجتہاد، صلاحیت اور ان کے مجتہدانہ فتاویٰ سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ خیال رہے کہ مجتہد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلف کی تحقیقات کی بساط الٹ کر اپنی طرف سے کوئی نئی بات کہہ دے۔ جیسے اہلیتِ اجتہاد، مجتہد میں ضروری ہے، اسی طرح محلِ اجتہاد یعنی ان مسائل کا تعین بھی ضروری ہے، جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ اگر اہلیتِ اجتہاد مفقود ہوگی، تو شریعت عقل عیار کے لئے بازیچہ اطفال بن جائے گی اور اگر محلِ اجتہاد کا تعین نہیں ہوگا تو محل منصوص کو اجتہاد کا نشانہ بنا کر نصوصِ شریعت کو منہدم کیا جائے گا، حالانکہ ہر وہ اجتہاد جو نص سے متصادم ہو، وہ مردود ہے۔ محلِ اجتہاد کے بارے میں اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مسئلہ جس کے بارے میں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں کوئی قطعی نص وارد ہو

یا کسی حکم پر امت کا اجماع ہو چکا ہو تو اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ جن احکامِ شرعیہ کی دلیلیں ظنی ہیں، وہ مجتہد کے لئے اجتہاد کا میدان ہیں۔ مجتہد کو قرآن کریم کا علم ہو، خاص کر ان آیات کا علم، جن کا تعلق احکام اور اصولِ شریعت سے ہے، سنت رسول ﷺ کا جاننے والا ہو۔ حدیث و اسماء الرجال کا ماہر ہو، استدلال کی قوت رکھتا ہو، ناسخ اور منسوخ کا عالم ہو، قیاس کی حقیقت، اس کے ارکان اور شروط سے واقف ہو، عربی زبان و ادب اور اصول فقہ کا عالم ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا متقی ہونا، عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ اجماع صحابہ کرام کے کسی مسئلے پر متفق ہونے کا نام ہے اور اب اجماع نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت کے مطابق تصویر سازی اور دیگر امور جائز ہیں۔

مقصود احمد سلفی

ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث، بلوچستان

دین میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور روزمرہ کے وہ مسائل، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیش آتے ہیں، ان کو معلوم کرنے کے لئے قرآن وسنت میں کوشش کی جائے، اس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ اجتہاد امتِ مسلمہ میں اتحاد کا باعث نہیں بن سکتا بلکہ قرآن وسنت ہی باعثِ اتحاد ہے، کیونکہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے تو وہ غلط یا صحیح بھی ہوسکتا ہے۔

مجتہد دین سے متعلق تمام ضروریات کو جانتا ہو، نصِ قطعی کے مقابلے میں اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ اجماع، صحابہ کرامؓ کے کسی مسئلے کے حل پر متفق ہونے کا نام ہے اور تمام اہل سنت اجماع کو مانتے ہیں۔

مولانا غلام علی زاہد

امام جامع مسجد کوچہ رسالدار

کوشش کرنے والے کو مجتہد کہتے ہیں اور اس کی کوشش کے نتیجے کا نام اجتہاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ فی زمانہ صرف فقہ جعفریہ میں ہی اجتہاد ہوتا ہے اور جب کسی پر کوئی تکلیف آتی ہے تو ہم اپنے دستور العلم ''توضیح المسائل'' (کتاب جس میں فقہ جعفریہ کے مسائل درج ہیں) کو دیکھتے ہیں۔ اگر ہمیں مسئلے کا حل وہاں نہ ملے تو ہم حوزہ علمیہ نجف یا حوزہ علمیہ قم میں خطوط بھیج کر معلوم کرتے ہیں۔ مجتہد کے لئے لازم ہے کہ وہ بالغ ہو، حلال زادہ ہو، قرآن وحدیث سے استنباط کرسکتا ہو، شیعہ اثناء عشری ہو، حریص نہ ہو، گناہانِ کبیرہ و صغیرہ ظاہر نہ ہوں، مبروص نہ ہو، انہوں نے کہا کہ اجتہاد کے اوپر دوسرا اجتہاد نہیں ہوسکتا، مردہ مفتی کی تقلید جائز نہیں، سائل کو کسی نئے مسئلے کے لئے زندہ مفتی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ ہم قیاس اور اجماع کو نہیں مانتے اور اجتہاد نے ہمارے ہاں قیاس کا دروازہ بند کر دیا ہے، ملت جعفریہ پر لازم ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے اور جب تک مجتہد کی تقلید نہیں کی جائے گی، اس وقت تک تقلید نہ کرنے والے کا ایمان نامکمل اور اعمال باطل ہوں گے۔ اجتہاد اتحاد کا باعث بن سکتا ہے اور نصِ قطعی کے مقابلے میں اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ سرحد حکومت کی طرف سے تنفیذِ صلوٰۃ پر جو متفقہ فیصلہ ہوا ہے اسے اجماع کہا جاسکتا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا گنہگار ہوگا اور اپنے عمل کا مسؤل ہوگا۔

حاجی غلام مصطفی خان جدون

کالعدم ملت اسلامیہ، صوبہ سرحد، پشاور

اسلام ایک زندہ اور بیدار دین ہے، جو ہر شعبے کے متعلق تفصیلی احکامات دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام ایک مکمل اور کامل دین ہے، اصل میں عقائد، عبادات اور معاملات میں اجتہاد علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ عقائد اور عبادات میں اجتہاد اور معاملات علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ عقائد اور عبادات میں اجتہاد نہیں ہوسکتا البتہ معاملات میں اجتہاد ہوتا ہے اور معاملات میں بھی نصِ قطعی کے مقابلے میں اجتہاد نہیں ہوسکتا، اس لئے اجتہاد صرف ان معاملات میں ہوگا جن کا کوئی واضح ذکر قرآن، حدیث، اجماع یا اصول فقہ میں نہ ہو۔ اجتہاد تمام مکاتبِ فکر میں ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ البتہ اجتہاد کے حوالے سے سخت شرائط ہیں، تاکہ اجتہاد بچوں کا کھیل نہ بن جائے لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف مسائل جو کہ امت مسلمہ میں خاص کر واضح نہیں ہیں، ان پر علماء کا ایک بورڈ بنا کر اجتہاد کیا جائے، کیونکہ آج ہر شخص میں وہ خصوصیات نہیں، جو قرونِ اولیٰ کے علماء و مجتہدین میں ہوتی تھیں۔ تمام علمائے کرام مل کر ہی اجتہاد کے ذریعے مسلمانوں کے مابین مسائل کا حل نکال کر وحدتِ امت کے تصور کو جسمانی طور پر بیدار کرسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رویتِ ہلال کمیٹی، مشترکہ اسلامی کیلنڈر، طلاق، مذہبی انتہا پسندی، مخلوط نظامِ تعلیم، موسیقی، حدود آرڈیننس اور نفاذ حکومت وغیرہ جیسے موضوعات میں سے کچھ پر اجتہاد کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان امور پر احکامات قرآن وسنت میں موجود ہیں لیکن انہیں سامنے نہیں لایا گیا، ضروری ہے کہ انہیں سامنے لایا جائے۔ اللہ کا بتایا ہوا نبی کریم ﷺ کا سکھایا ہوا اور صحابہ کرامؓ کا چلایا ہوا نظام ہی اتحاد پیدا کرسکتا ہے۔ اس کے بغیر اتحاد کی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔ قرآن وسنت وصحابہ کرامؓ تمام فرقوں، مسلکوں، عصبیتوں اور اختلافات کو ختم کر کے ساری امت کو وحدت واتحاد کی لڑی میں پروتے ہیں اور اس کے بعد کا سرمایہ انہی سے اخذ کردہ ہے، اس لئے اگر اصل کو مانا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو سارے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

اجتہاد کے دروازے کھلے ہیں لیکن اجتہاد کی شرائط پر پورا اترنے والے لوگ نظر نہیں آرہے۔ اہلیت اور صلاحیت کم ہونے کی وجہ سے روزانہ فتوے بدلے جاتے ہیں، جس سے علمی اور عملی ماحول پیدا نہیں ہو رہا۔ معاشرہ دن بدن اسلام سے دور، امت کے تصور سے بیزار اور انتشار کا شکار ہو رہا ہے۔ علماء اپنے علمی منصب سے ہٹ کر سیاست میں الجھ گئے ہیں اور اقتدار کی بھول بھلیوں میں کھو گئے ہیں۔

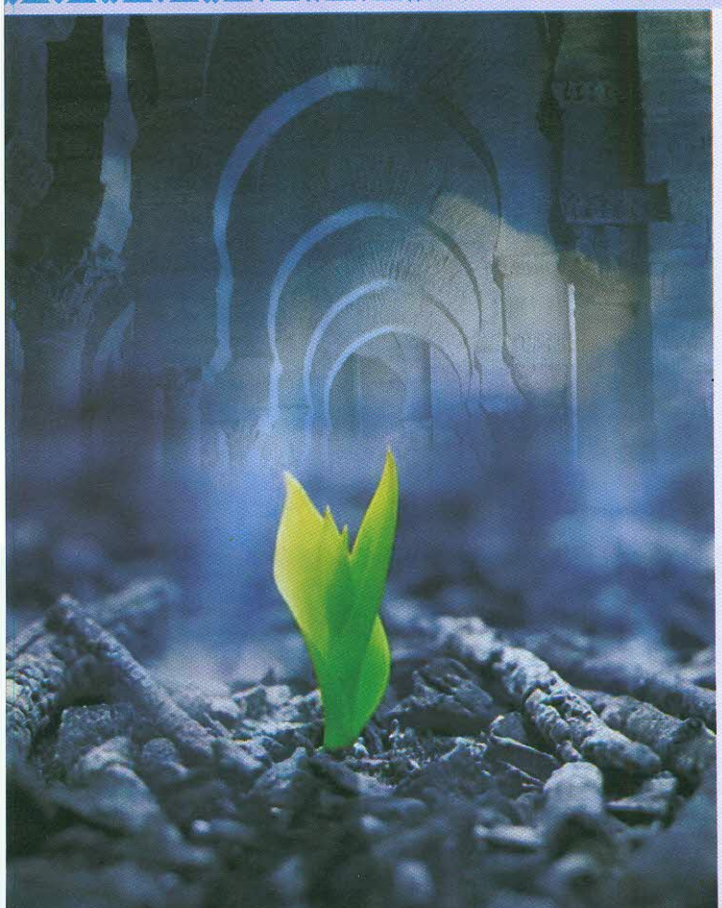

فکر تازه

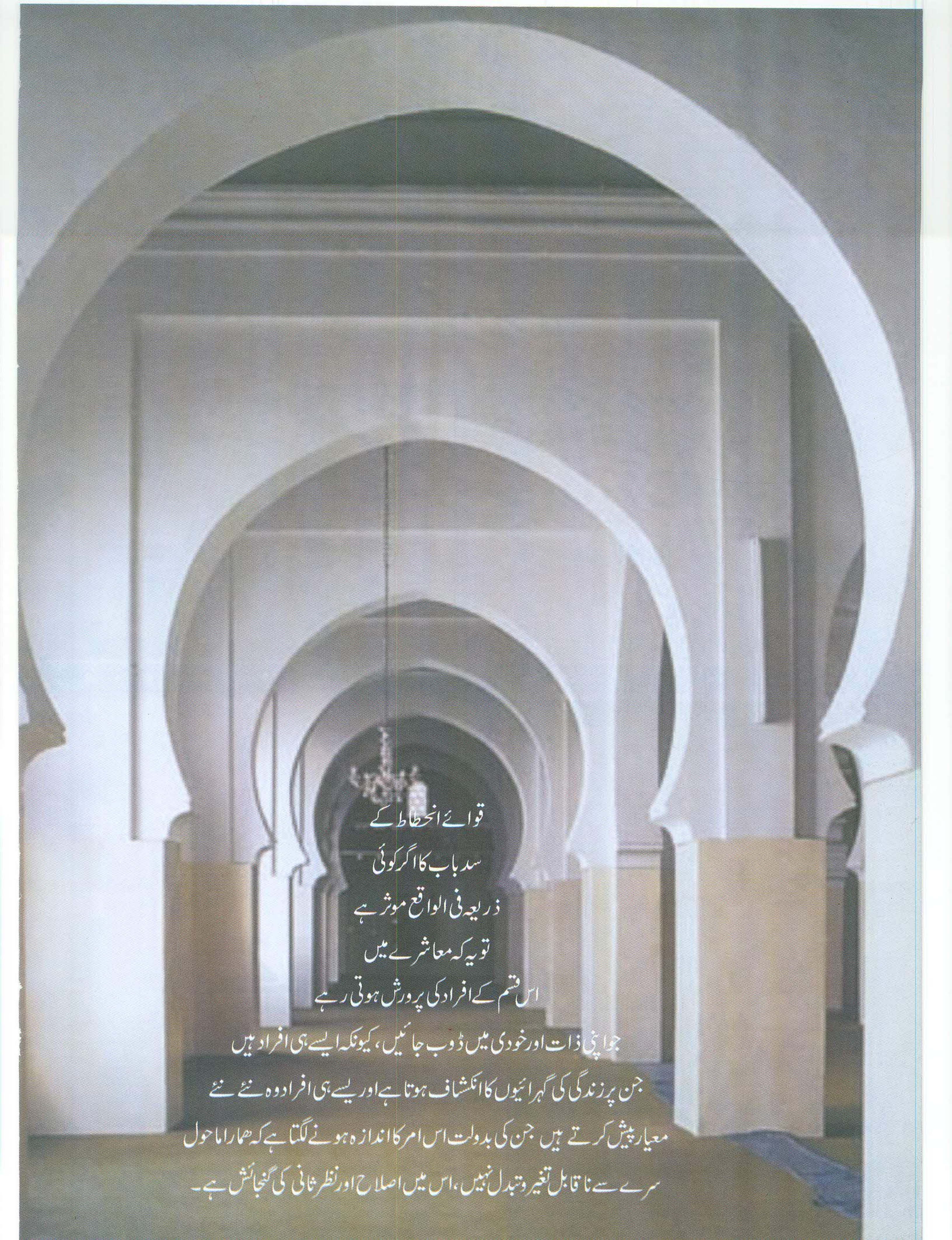
قوائے انحطاط کے
سد باب کا اگر کوئی
ذریعہ فی الواقع موثر ہے
تو یہ کہ معاشرے میں
اس قسم کے افراد کی پرورش ہوتی رہے
جو اپنی ذات اور خودی میں ڈوب جائیں، کیونکہ ایسے ہی افراد ہیں
جن پر زندگی کی گہرائیوں کا انکشاف ہوتا ہے اور ایسے ہی افراد وہ نئے نئے
معیار پیش کرتے ہیں جن کی بدولت اس امر کا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ ہمارا ماحول
سرے سے ناقابل تغیر و تبدل نہیں، اس میں اصلاح اور نظر ثانی کی گنجائش ہے۔